بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ جات متعلق پارۂ بست و سوم

ضمیمہ نوٹ نمبر ے متعلق صفحہ ۱۸

تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو تولدِ اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ کی جو بشارت دی ان دونوں میں کتنا فاصلہ تھا؟ فرمایا ان دونوں بشارتوں میں پانچ برس کا فاصلہ تھا۔ چنانچہ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيمٍ ٥ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۱۸ سطر ۳) اس سے مراد حضرت اسمٰعیلؑ ہیں۔ یہ پہلی بشارت تھی جو خدا نے ابراہیمؑ کو اُن کے فرزند کے بارے میں دی۔ اور جب حضرت سارہؑ کے بطن مبارک سے حضرت اسحٰقؑ پیدا ہوئے اور تین برس کا سن شریف اُن حضرتؑ کا ہو گیا۔ ایک دن حضرت اسحٰقؑ اپنے پدر بزرگوار ابراہیم علیہ السلام کی گود میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت اسمٰعیلؑ تشریف لائے اور اسحٰقؑ کو اُن کی گود سے اُٹھا کے خود اُن کی جگہ بیٹھ گئے۔ یہ واقعہ جناب سارہؑ دیکھ رہی تھیں برہم ہو گئیں۔ حضرت ابراہیمؑ سے عرض کیا اے خلیل اللہ! دیکھا آپ نے کہ ہاجرہ کے فرزند نے میرے لختِ جگر کو آپ کی گود سے ہٹا دیا اور آپ اُس کی جگہ بیٹھ گیا۔ خدا کی قسم میں کبھی ہاجرہ اور اس کے بیٹے کو اپنے پاس نہ رہنے دوں گی۔ آپ اِن دونوں کو یہاں سے ہٹا دیجئے۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت سارہؑ کو بہت عزیز رکھتے تھے اور اُن کے حق کے شناسا تھے۔ اس لئے کہ اوّل تو وہ انبیاء کی نسل سے تھیں دُوسرے یہ کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی خالہ کی بیٹی تھیں۔ اس لئے اُن کو حضرت سارہؑ کی فرمائش پوری کرنی پڑی مگر حضرت ابراہیمؑ پر یہ بات بیحد شاق گزری۔ اور وہ حضرتؑ فراقِ اسمٰعیلؑ سے نہایت غمگین ہوئے۔ شب کے وقت سو رہے تھے کہ خواب میں حکم پروردگار پہنچا کہ ایامِ حج میں اسمٰعیلؑ کو قربانی کر دو۔ یہ خواب دیکھ کر حضرت ابراہیمؑ غمگین ہو گئے۔ الغرض جب اس سال موسمِ حج قریب آیا تو وہ حضرتؑ اپنے ہمراہ ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ کو لے کر ماہِ ذی الحجہ میں شام سے مکۂ معظمہ کو روانہ ہو گئے۔ تاکہ اسمٰعیلؑ کو حکم خدا کے موافق ذبح کر دیں۔ جب وہ حضرتؑ مکہ میں پہنچے بیت الحرام کی بنیاد ڈالی۔ اس سے فرصت پا کے افعال حج ادا کرنے کے لئے منےٰ میں تشریف لائے۔ منےٰ کے مناسک ادا کر کے مکۂ معظمہ میں تشریف لائے۔ بیت اللہ کا سات مرتبہ طواف کیا۔ پھر دونوں باپ بیٹے سعی کرنے کے لئے مقامِ سعی

میں آئے۔ اس جگہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ سے ارشاد فرمایا اے فرزند! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں اس سال موسم حج میں تم کو ذبح کر رہا ہوں۔ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت اسمٰعیلؑ نے عرض کی بابا جو کچھ آپ کو حکم پروردگار ہوا ہے آپ اس کو ضرور بجا لائیں (انشاءاللہ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں پائیں گے) الحاصل جب یہ دونوں بزرگوار سعی سے فارغ ہو چکے۔ تو حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ کو لے کر منےٰ میں تشریف لائے اُس دن دسویں ذی حجہ تھی۔ پس جب جمرۂ وسطےٰ پر پہنچے تو بائیں کروٹ پر حضرت اسمٰعیلؑ کو لٹایا اور ذبح کرنے کے لئے چھری ہاتھ میں لی۔ آواز آئی اے ابراہیمؑ! تم نے اپنے خواب کو پورا کر دیا الخ۔ اور بجائے حضرت اسمٰعیلؑ کے ایک بڑا دُنبہ ذبح ہو گیا۔ اُس کا گوشت حضرت ابراہیمؑ نے مسکینوں پر تقسیم کر دیا۔

اُنہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ کسی شخص نے یہ دریافت کیا تھا کہ ذبح ہو جانیوالے کون سے بزرگوار تھے؟ فرمایا وہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے۔

بالکل ایسی ہی روایت جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔

تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت سے ایسا ہی واقعہ منقول ہے۔

من لایحضرہ الفقیہ میں ہے کہ کسی نے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ذبیح کون سے بزرگوار تھے؟ فرمایا وہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے اس لئے کہ خدائے تعالےٰ نے اُن کا قصہ پہلے اپنی کتاب میں بیان فرمایا اُس کے بعد ارشاد کیا وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ٥ (ترجمہ کے لئے دیکھو صفحہ ۷۱۹ سطر ۵)

علامہ ابن بابویہ القمی فرماتے ہیں کہ ذبیح کے بارے میں روایتیں بہت مختلف ہیں۔ بعض تو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں کہ وہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے اور بعض میں یہ وارد ہوا ہے کہ وہ حضرت اسحٰقؑ تھے۔ اور جب حدیثیں صحیح طریقہ سے ثابت ہو گئیں تو اُن کے رد کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ مگر حقیقتِ حال یہ ہے کہ ذبیح تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی تھے مگر حضرت اسحٰقؑ جو بعد میں پیدا ہوئے وہ ہمیشہ اس بات کے متمنی رہے کہ کاش اُن کے ذبح کرنے کا بھی ان کے باپ کو خدائے تعالےٰ کی طرف سے حکم ملتا اور وہ امرِ خدا پر اسی طرح صبر کرتے اور اسی طرح اُس کو تسلیم کرتے جیسے اُن کے بھائی نے صبر کیا تھا اور تسلیم کیا تھا اور اُن کو بھی ثواب کا وہی درجہ اس تسلیم و رضا سے عطا ہوتا (جو اُن کے بھائی کو ملا تھا) چونکہ خدائے تعالےٰ اُن کی قلبی حالت سے واقف تھا اس لئے خدائے تعالےٰ نے اُن کی اس تمنا کے سبب اپنے فرشتوں میں اُن کا نام بھی ذبیح اللہ قرار دے دیا۔ علامہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کتاب نبوۃ میں اس روایت کی اسناد کا مسلسل سلسلہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہنچا

دیا ہے۔
(قولِ صاحبِ تفسیرِ صافی) علامہ ابن بابویہ القمی علیہ الرحمہ نے جو کچھ فرمایا اُس کی تائید اِس امر سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی بشارت کے ساتھ ساتھ اُن کے بیٹے یعقوب علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری بھی موجود ہے۔ (دیکھو صفحہ ۳۶۵ سطر ۹) ایسی صورت میں ذبح کا حکم اِس کے ساتھ ہی ساتھ موزوں نہیں ہوتا۔

کافی میں جناب امام محمد باقر وجناب امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ جب یوم ترویہ آیا جبرئیل امین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آج لوگوں کو پانی سے سیراب کیجئے۔ اسی وجہ سے وہ دن یوم ترویہ (یعنی سیرابی کا دن) قرار پایا۔ پھر منےٰ میں آئے۔ پھر صبح کو عرفات گئے۔ پس عرفہ کے قریب نمرہ نام پہاڑی پر اپنا خیمہ قائم کیا اور سفید پتھروں سے ایک مسجد بنائی۔ اور مسجدِ ابراہیمؑ کا نشان اُس وقت تک موجود تھا جب تک کہ وہ اُس مسجد میں ملا دی گئی جو اب نمرہ میں موجود ہے اور جہاں عرفہ کے دن پیشنماز نماز پڑھاتا ہے۔ پس حضرت نے بھی ظہر و عصر وہیں پڑھی پھر عرفات کا قصد فرمایا اور فرمایا یہاں اپنے مناسک کو پہچانو اور اپنے گناہوں کا اقرار کرو۔ اسی لئے اُس مقام کا نام عرفات رکھا گیا۔ پھر مزدلفہ کو تشریف لے گئے۔ اور اُس کا نام مزدلفہ اِس لئے رکھا گیا کہ وہ حضرت اُس سے قریب پہنچ گئے۔ پھر مشعر الحرام میں جا کر قیام کیا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر۲ متعلق صفحہ ۱۷۰

(حضرت یونس علیہ السلام کی روانگی سے پہلے خدائے تعالےٰ نے اُن کو یہ اطلاع دی کہ اہلِ نینوے جن پر تم نے نزولِ عذاب کی درخواست کی تھی وہ ایمان لے آئے اور متقی ہو گئے ہیں اب تم اُن کے پاس جاؤ) چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کی طرف چلے۔ جب قریب نینوے پہنچے تو بستی میں جانے سے حیا دامنگیر ہوئی۔ ایک چرواہا اُن حضرت کو ملا۔ اُس سے فرمایا تو نینوے کے باشندوں کو بلا لا اور اُن سے یہ کہنا کہ یونسؑ نبی آئے ہیں۔ وہ تم کو بلاتے ہیں۔ چرواہا بولا۔ اے شخص شرم کر! کیوں جھوٹ بولتا ہے۔ یونس علیہ السلام تو دریا میں غرق ہو گئے اور مر گئے۔ حضرت نے فرمایا اے بندۂ خدا! اگر یہ بکری گواہی دے اور میرے یونسؑ ہونے کی تصدیق کرے تو تو مجھے سچا سمجھے گا؟ غرض بکری نے گواہی دی کہ بے شک یہ حضرت یونسؑ نبی ہیں۔ پس چرواہا اپنی قوم میں آیا اور حضرت یونسؑ کی تشریف آوری سے ان کو مطلع کیا۔ اُن لوگوں نے چرواہے کو پکڑ کر مارنے کا قصد کیا۔ چرواہے نے کہا جو کچھ میں نے تم سے بیان کیا اُس پر گواہ بھی رکھتا ہوں۔ وہ لوگ بولے بیان کر تیرا

گواہ کون ہے؟ اُس نے جواب دیا یہ بکری گواہی دے گی۔ پس بکری بقدرتِ خدا گویا ہوئی اور کہنے لگی کہ یہ چرواہا سچا ہے۔ یقیناً خداوندِ عالم نے حضرت یونس علیہ السّلام کو دوبارہ تم لوگوں کے پاس بھیجا ہے۔ یہ سُنتے ہی وہ سب کے سب نکل پڑے اور تلاش کرتے ہوئے حضرت یونسؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس اُن حضرتؑ کو بستی میں لائے اور سب کے سب بہت اچھے ایماندار ہوگئے۔ خداوندِ عالم نے ایک زمانہ تک اُن لوگوں کو زندہ رکھا اور اُن لوگوں کو عذاب سے نجات بھی دی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ا متعلق صفحہ ۲۸

الخصال اور العلل میں جنابِ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السّلام سات برس تک امتحان میں مبتلا رہے حالانکہ کوئی گناہ اُن سے سرزد نہیں ہوا تھا۔

الخصال میں اُنہی حضرتؑ سے بروایت اپنے والدِ ماجد جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کے منقول ہے کہ خداوندِ عالم نے حضرت ایوبؑ کو بغیر کسی گناہ کے (الغرضِ امتحان) سات برس بلاؤں میں مبتلا رکھا حالانکہ انبیاء علیہم السّلام معصوم ہیں کبھی گناہ نہیں کرتے۔ نہ اُن کا دل حق سے پھرتا ہے اور نہ کسی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ حضرت ایوبؑ کی پوری آزمایش تھی۔ اس پر بھی نہ اُن کے جسمِ اطہر میں بدبو پیدا ہوئی اور نہ اُن کی صورت بگڑی اور نہ اُن کے بدن سے پیپ نکلی اور نہ دیکھنے والوں نے اُن سے نفرت ظاہر کی اور نہ پاس آنے والوں کو اُن سے وحشت ہوئی اور نہ اُن کے بدن میں کیڑے پڑے۔ اور خدائے تعالےٰ اپنے انبیاء و اولیاء میں سے جو اُس کی نظر میں معزز ہوتے ہیں جن کو امتحان میں مبتلا کیا کرتا ہے اُن کی یہی حالت ہوا کرتی ہے۔ لوگ جو اُن سے پرہیز کرتے تھے اُس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ایوبؑ بیحد مفلس ہوگئے تھے۔ حال اُن کا بہت خراب تھا کیونکہ وہ لوگ یہ نہ جانتے تھے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ خدا اُن کی مدد کرے گا اور رنج کو خوشی سے بدل دے گا۔ جنابِ رسولِ خدا فرماتے ہیں کہ آدمیوں میں سب سے زیادہ سخت امتحان انبیاء کا ہوتا ہے۔ پھر اولیاء کا۔ بعد اُن کے درجہ بدرجہ اور لوگوں کا امتحان ہوتا ہے۔ حضرت ایوبؑ کا امتحان جو اس درجہ سخت لیا گیا اُس کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ اُن کی نعمتیں دیکھ کر اُن کی ربوبیت کے قائل نہ ہوجائیں۔ اب جو امتحان کے بعد نعماتِ ایوبؑ مشاہدہ کریں گے تو اِس بات پر دلیل لائیں گے کہ خدا کی دین دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک استحقاق کی رُو سے۔ دُوسری خصُوصیت کے لحاظ سے۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ لوگ کسی ضعیف کو

اُس کے ضعف کے باعث سے اور فقیر کو اُس کے فقر کے سبب سے اور مریض کو اُس کے مرض کی جہت سے حقیر و ذلیل نہ سمجھیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ خداوند عالم جس کو چاہتا ہے بیمار ڈالتا ہے اور جس کے بارے میں جس وقت اور جس طور سے اور جس چیز سے اُس کی مشیت ہوتی ہے شفاعنایت فرماتا ہے۔ اس کی یہ حکمت کسی کے لئے عبرت ہوتی ہے اور کسی کے حق میں بدبختی کا سبب ہوتی ہے۔ اور کوئی اس سے سعادت حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنے اجرائے حکم میں عادل ہے اور تمام افعال اُس کے حکمت پر مبنی ہیں۔ جو کام کرتا ہے اُس میں بندوں کی صلاح اور خوبی مدِ نظر رکھتا ہے۔ اُس کے سوا اور کسی کو قوت حاصل نہیں۔

تحفۃ الاخوان میں بروایتِ ابوبصیر جنابِ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک طولانی حدیث مروی ہے جس کا آخر یہ ہے کہ (جب بلائے ایوبؑ کو عرصہ گذر گیا) جمعہ کے دن صبح کے وقت جبرئیلؑ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَيُّوْبُ! حضرت ایوبؑ نے جواب دیا عَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ! اے بندۂ خدا! تم کون ہو؟ تمہاری آواز بہت عمدہ ہے اور تم سے خوشبو بھی بہت ہی اچھی آتی ہے اور تمہاری صورت بھی بہت ہی پاکیزہ نظر آتی ہے۔ جواب دیا میں جبرئیلؑ ہوں۔ پروردگارِ عالمیاں کا قاصد ہوں۔ اُس کی طرف سے آپ کے پاس بشارت لایا ہوں کہ راحت آپ کو نصیب ہوئی۔ مرض سے آپ کو نجات ملی۔ خدا نے آپ کو جتنی اولاد پہلے دی تھی وہ بھی عطا فرمائی اور اُتنی ہی اور۔ اور جتنا مال آپ کا پہلے تھا وہ بھی دیا اور اُسی قدر اور۔ تاکہ گذشتگان کے لئے نشانی اور معرضِ امتحان میں آنے والوں کے لئے عبرت ہو۔ چونکہ حضرت ایوبؑ مدت سے بلا میں مبتلا تھے اس مژدہ سے اُن حضرت کو بیحد خوشی حاصل ہوئی اور درگاہِ باری میں عرض کیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ذُوالْعِزَّةِ وَالسُّلْطَانِ وَالْمِنَّةِ وَالطَّوْلِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الَّذِيْ لَمْ يُشْمِتْ بِيْ اِبْلِيْسَ اللَّعِيْنَ وَاَعْوَانَهٗ (شکر ہے خدا کا کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی عزت و سلطنت والا ہے۔ وہی صاحبِ منت و احسان ہے۔ وہی صاحبِ جلال و بزرگی ہے۔ اُس نے ابلیسِ لعین اور اُس کے مددگاروں کو میرے حال پر شماتت نہ کرنے دی) پس جبرئیلؑ نے کہا اے ایوبؑ! خدا کے اذن سے کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت ایوب علیہ السلام اپنے پیروں سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جبرئیلؑ نے عرض کی اے ایوبؑ اپنے پاؤں سے زمین پر ٹھوکر لگاؤ۔ جونہی حضرت ایوبؑ نے ٹھوکر ماری اُن کے قدم کے نیچے سے ایک چشمہ صاف و شفاف پانی کا ظاہر ہوا جو برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں اور کافور سے زیادہ خوشبودار تھا۔ حضرت ایوبؑ نے ایک گھونٹ اُس میں سے نوش فرمایا جس کے پیتے ہی

ساری کلفت دُور ہوگئی۔ پھر جبرئیلؑ نے کہا۔ اے ایوبؑ! اِس چشمہ میں غسل کرو حضرت ایوب علیہ السلام نے اُس میں غوطہ لگایا۔ اب جو سر اُبھارا تو اُن جناب کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح دمکنے لگا۔ اور گیا ہوا حُسن و جمال واپس آگیا۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ حسین ہوگئے اور تازگی بڑھ گئی۔ پھر جبرئیلؑ نے دو حُلّے بہشتی دیئے۔ ایک کو حضرت ایوبؑ نے بجائے لُنگ دوسرے کو بجائے چادر زیبِ بدن فرمایا۔ بعد اِس کے جبرئیلؑ نے سونے کی نعلین جس کے تسمے یاقوت کے تھے حضرت ایوبؑ کے حوالہ کی اور جنّت کی ایک بہی کھانے کو دی۔ اُس میں سے تھوڑی سی تو حضرت ایوبؑ نے کھالی اور تھوڑی سی اپنی زوجہ رحمہ کے لئے رکھ چھوڑی جبرئیلؑ نے کہا اے ایوبؑ! آپ کی زوجہ کے لئے میرے پاس دوسری بہی اور موجود ہے۔ یہ آپ ہی نوش فرمالیجئے۔ پس اُن حضرتؑ نے باقی حصّہ بھی اُس کا نوش فرمالیا۔ پھر اُٹھ کھڑے ہوئے اور وضو کرکے عبادتِ خدا میں مشغول ہوگئے۔ اتنے میں رحمہ بھی مغموم و محزون روتی ہوئی ایسے حال میں وہاں آئیں کہ بستی والوں نے اپنے اپنے دروازوں سے اُن کو ہٹادیا تھا جب اُس مقام پر پہنچیں تو اُس جگہ کو پاک و پاکیزہ اور ہرا بھرا سبزہ وہاں اُگا ہوا پایا اور نماز پڑھنے والے کی سی پاکیزگی اور نظافت دیکھ کے دل میں خیال کرنے لگیں کہ میں راستہ بھٹک گئی۔ پھر کہنے لگیں اے مردِ نمازی! ذرا میری طرف متوجہ ہوجا کہ میں تجھ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔ لیکن حضرت ایوبؑ نے کچھ جواب نہ دیا۔ بیچاری رحمہ چلّانے لگیں اور رو کر کہنے لگیں افسوس! اے یعقوبؑ تم پر کونسی نئی بلا نازل ہوئی! تم کہاں چلے گئے؟ جب حضرت ایوبؑ نماز پڑھ چکے تو جبرئیلؑ نے کہا اے ایوبؑ! اب اِن سے بات کرو۔ پس ایوب علیہ السلام نے فرمایا اے کنیزِ خدا! کہو کیا کام ہے۔ کیا دریافت کرتی ہو؟ رحمہ نے پوچھا اگر آپ کو معلوم ہو تو بتا دیجئے کہ میں ابھی ایوبؑ گرفتارِ بلا کو یہاں چھوڑ گئی تھی۔ اب جو واپس آئی ہوں تو یہاں کا رنگ بالکل ہی بدلا ہوا پاتی ہوں۔ خدا جانے ایوبؑ کیا ہوگئے۔ یہ سُنکر حضرت ایوبؑ نے مُسکرا کے فرمایا اگر تم اُنہیں دیکھوگی تو پہچان لوگی؟ رحمہ نے جواب دیا آپ تو ہو بہو ایسے ہیں جیسے ہمارے حضرت ایوب علیہ السلام گرفتارِ بلا ہونے سے پہلے تھے۔ جونہی یہ کلمہ حضرت ایوبؑ نے سُنا نہ رہا گیا بے اختیار ہنسی آگئی اور فرمایا میں ہی تو ایوبؑ ہوں۔ یہ سنتے ہی رحمہ جھپٹ کر جناب ایوبؑ سے لپٹ گئیں۔ وہ حضرتؑ بھی رحمہ کے گلے لگے۔ پس جب دونوں گلے مِل چکے تو حضرت جبرئیلؑ امین نے اُن کو اُن کی اولاد کی اور پوتے نواسوں کی بابت اور غلاموں کنیزوں اور مویشی کے بارے میں یہ خوشخبری سُنائی کہ خدا نے وہ بھی تم کو عطا فرمائیں اور اُتنی ہی اور بھی دیں۔ پھر تو سونے کی ٹڈیاں برسنے لگیں۔ حضرت ایوبؑ اُن کو چُن چُن

کے اپنے دامن میں رکھتے جاتے تھے۔ جب ہوا سے کوئی ٹڈی اُڑ جاتی تھی تو دوڑ کے اُسے پکڑ لیتے تھے۔ جبرئیلؑ نے کہا اے ایوبؑ! کیا ابھی تک آپ سیر نہیں ہوئے، حضرت ایوب علیہ السّلام نے جواب دیا اے جبرئیلؑ! آج تک خدا کے دین سے کسی کا پیٹ بھرا بھی ہے جو میرا ہی بھرے، حضرت ایوبؑ کے یہاں دو کنوئیں بہت گہرے تھے ایک سونے سے دوسرا چاندی سے لبریز کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ اُوپر سے دونوں ایک ہو گئے۔ اَور خداوندِ عالم نے چالیس۴۰ ہزار اُونٹ۔ بیس۲۰ ہزار ناقے اَور چالیس۴۰ ہزار گائیں۔ چالیس۴۰ ہزار بیل۔ چار ہزار دُنبیاں۔ چار ہزار بکریاں۔ پانچ ہزار غلام۔ پانچ ہزار باندیاں عطا فرمائیں۔ حضرت ایوبؑ کے پاس اِتنی جائداد تھی کہ چار ہزار کارندے تحصیل وصول کیا کرتے تھے اور ہر ایک کو ماہواری سو مثقال سونا (سو اشرفیاں) تنخواہ دی جایا کرتی تھی۔ اور اُن حضرتؑ کے بارہ بیٹے تھے اور بارہ بیٹیاں تھیں۔ جس وقت رحمہ نے اُن سب کو دیکھا خدا کی درگاہ میں سجدۂ شکر بجا لائیں اور اُن کو اور اُن کی تمام اولاد کو تمام ملکِ شام کا مالک کر دیا۔ اور جتنی عمر اُن کی گزر چکی تھی اُتنی ہی اور عمر بھی عطا فرمائی۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۳۰۷

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا مجھ سے میرے پروردگار نے پوچھا۔ اے حبیب! تم جانتے ہو کہ اہلِ ملاءِ اعلےٰ نے کس چیز میں جھگڑا کیا؟ میں نے عرض کی بار الٰہا! میں واقف نہیں۔ ارشاد باری ہوا اُن کا جھگڑا کفارات اَور درجات میں تھا کفارات (گناہوں کی دُور کرنے والی چیزوں) سے مُراد سردی کے موسم میں وضو کرنا اَور جماعت میں نماز ادا کرنے کے لئے جانا اور ایک نماز کے بعد دُوسری نماز کا انتظار کرنا اَور درجات (درجہ بلند کرنے والی) سے مُراد سلام کو ظاہر کرنا۔ کھانا کھلانا اور نمازِ شب ادا کرنا ہے جبکہ آدمی سوتے پڑے ہوں۔

الخصال میں بھی قریب قریب یہی مضمون ہے گو دوسری طرز سے ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۳۰۷

پس جبکہ خداوندِ عالم نے حضرت آدم علیہ السّلام کو خلق فرمایا اور ملائکہ کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ (تعظیمی) کریں۔ سجدہ کا حکم خدا نے صرف ہماری وجہ سے دیا تھا (ہماری ہی تعظیم مقصود تھی) پس ابلیس کے سوا تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ خطاب باری ہُوا۔ اے ابلیس! کیا وجہ ہے کہ تو نے اُس شخص کو سجدہ نہ کیا جس کو میں نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے۔ کیا تو متکبر ہو گیا یا تو اُن لوگوں میں سے تھا جو عالی مرتبہ ہیں؟ شیطان نے کہا وہ کون ہیں؟ جواب ملا

وہ پنجتن پاک ہیں جن کے نام عرش کے سراپردوں پر لکھے ہوئے ہیں۔ جناب رسولِ خدا فرماتے ہیں ہم سب خدا کے بابِ رحمت ہیں جن سے خدائے تعالےٰ نے داخل ہونے کا حکم دیا ہے ہدایت پانے والے ہمارے ہی سبب سے ہدایت پائیں گے۔ جو شخص ہمیں دوست رکھے خدا اُس کو دوست رکھے گا اور اپنی جنت میں اُسے جگہ دے گا اور جو شخص ہم سے دشمنی کریگا خدائے تعالےٰ بھی اُس سے دشمنی کرے گا اور اُس کو جہنم میں ڈال دیگا۔ ہم سے وہی شخص دوستی رکھے گا جس کا نطفہ صحیح و پاکیزہ ہوگا۔

یونس بن ظبیان کہتے ہیں کہ میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی یا بن رسول اللہ! میں مالک (سنیوں کے امام) کے پاس گیا تھا۔ اُس کے مرید اُس کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ اُن میں سے کوئی تو یہ کہہ رہا تھا کہ آدمیوں کے چہرہ کی مانند خدا کا بھی چہرہ ہے۔ کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ خدا کے دو ہاتھ ہیں اور وہ اس آیتِ قرآنی خَلَقْتُ بِيَدَيَّ سے دلیل لاتا تھا اور بعضے یوں کہتے تھے کہ خداوندِ عالم سی سالہ جوان کی مانند ہے۔ اس بارے میں حضور کیا فرماتے ہیں؟ یونس کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام تکیہ لگائے ہوئے تھے کہ یکایک سنبھل بیٹھے اور اَللّٰھُمَّ عَفْوَكَ عَفْوَكَ کہنے کے بعد ارشاد فرمایا اے یونس! جس کا یہ عقیدہ ہو کہ خدا کا چہرہ ہے تو وہ مشرک ہوگیا۔ اور جس نے مخلوق کے سے اعضاؤ جوارح خدا کے لئے مانے وہ کافر ہے۔ پس تم لوگ نہ اُس کی گواہی قبول کرو اور نہ اُس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھاؤ تشبیہ دینے والے خدا میں جو صفاتِ مخلوقین ثابت کرتے ہیں خدا اُس سے پاک اور بری ہے۔ وجہ خدا سے اُس کے انبیاء اور اولیاء مراد ہیں اور قولِ باری تعالےٰ خَلَقْتُ بِيَدَيَّ میں یہ بمعنی قدرت ہے۔ جیسے اَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ میں ہے کہ خدا نے اپنی نصرت سے تم کو قدرت پہنچائی۔ پس جس شخص کا گمان یہ ہے کہ خدا کسی چیز میں ہے یا کسی چیز پر ہے یا ایک چیز سے دوسری چیز میں چلا جاتا ہے یا کوئی چیز اُس سے خالی ہے یا وہ کسی جگہ نہیں ہے۔ یا اُسے کوئی چیز احاطہ کئے ہوئے ہے تو اُس شخص نے خدا کو صفاتِ مخلوقین سے موصوف کر دیا حالانکہ خدا نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ نہ اُس پر کسی چیز کا قیاس ہوسکتا ہے اور نہ آدمی سے اُس کی تشبیہ ہوسکتی ہے۔ نہ اُس سے کوئی جگہ خالی ہے۔ نہ اُسے کوئی مکان گھیرے ہوئے ہے۔ وہ ہر شخص کے قریب ہے مگر پھر بھی (تصور سے) دُور ہے اور باوجود دوری پھر بھی وہ ہر شخص کے قریب ہے۔ یہ ہے ہمارا پروردگار۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو کوئی خدا میں ایسی صفتیں مانے (جو ہم نے بیان کیں) وہ موحد ہے۔ اور جو شخص خدا میں اس کے سوا کوئی اور صفت (جو مخلوق کے مشابہ ہو)

قرار دے خدا بھی اُس سے بری ہے اور ہم بھی اُس سے بیزار ہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ عقلا وہ ہیں جو غور و فکر کے ساتھ عمل کرتے ہیں یہاں تک کہ اُس کا نتیجہ یہ ملتا ہے کہ حُبّ خدا پیدا ہو جاتی ہے اور جب دلوں میں حُبّ خدا پیدا ہو جائے تو وہ اُس سے منوّر ہو جاتے ہیں۔ اور لُطفِ خدا اُن کے شاملِ حال ہوتا ہے۔ پھر جب کوئی شخص منزلتِ لطف میں پہنچ گیا تو اُس کا شمار اُن لوگوں میں ہو جاتا ہے جو دوسروں کے لئے فائدہ پہنچانے والے ہوں اور جب اُس کا شمار فائدہ پہنچانے والوں میں ہو گیا تو اب اُس کی جو بات ہوتی ہے وہ دانائی کی ہوتی ہے۔ اور جب اُس کی باتیں دانائی کی ہو جائیں تو وہ ذہین بھی ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اِس منزلت کو پہنچ گیا تو اِس کے ذریعہ سے امورِ قدرت میں اُس کو دخل ہو جاتا ہے اور جب اُسے امورِ قدرت میں دخل ہوا تو ساتوں طبقوں میں دخل ہو جاتا ہے اور جب اِس منزلت کو پہنچ گیا تو لطف و حکمت و بیان سب پر اُس کو قبضہ مِل جاتا ہے۔ اور اِس منزلت کو پہنچ کر وہ اپنی خواہش اور اپنی محبّت اپنے خالق کے لئے مخصوص کر دیتا ہے اور جب ایسا کر دیتا ہے تو بہت ہی بڑے درجہ تک اُس کی رسائی ہو جاتی ہے کہ اپنے پروردگار کو اپنے دِل کی آنکھوں سے دیکھنے لگتا ہے اور حکمت اُس کو اِس طریقہ سے مِل جاتی ہے جیسے اور حکماء کو نہیں ملی۔ اور علم اُس کو اس شان سے پہنچ جاتا ہے جس شان سے علماء کو نہیں پہنچا۔ اور صدق اُسے اِس انداز سے حاصل ہو جاتا ہے جس انداز سے صدّیقین کو نہیں حاصل ہوا۔ حکماء کو حکمت خاموش رہنے سے مِلی۔ اور علماء کو علم طلب کرنے سے حاصل ہوا۔ اور صدّیقین کو صدق خشوع اور زیادہ عبادت کرنے سے پہنچا۔ پس جس نے اِس سیرت کو اختیار کیا یا تو وہ پستی کے درجہ کو پہنچ جائیگا اور یا اُسے رفعت حاصل ہو جائیگی۔ گو اکثر تو ایسے ہی ہیں کہ پستی کی طرف جاتے ہیں اور رفعت حاصل نہیں کرتے۔ چونکہ حقِ خدا کی رعایت نہیں کرتے اور خدائے تعالےٰ نے جس چیز کے بجالانے کا حکم دیا ہے اُس کے بموجب عمل نہیں کرتے تو یہ حالت اُن لوگوں کی ہے جنہوں نے خدا کو اس طرح نہیں پہچانا جس طرح اُس کے پہچاننے کا حق ہے۔ پس تم کو اُن کی نماز۔ اُن کے روزے۔ اُن کی روایتیں۔ اُن کے علوم ہرگز دھوکا نہ دیں۔ وہ تو وحشی گدھے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے یونس! اگر تم کو صحیح علم درکار ہو تو وہ ہم اہلِ بیتؑ کے پاس ہے۔ اِس لئے کہ ہم نے اُسے ورثہ میں پایا ہے۔ اور شرحِ حکمت اور فصلِ خطاب ہم کو عطا کیا گیا ہے۔ یونسؒ کہتے ہیں کہ اِس پر میں نے عرض کی یا ابنِ رسولؐ اللہ! اہلِ بیتؑ میں سے جو شخص بھی ہے اُس کو جنابِ علیؑ مرتضےٰ اور جنابِ فاطمۂ زہرا سے اُسی طرح ورثہ پہنچا ہے جس طرح کہ آپ کو پہنچا ہے؟ فرمایا نہیں سوائے بارہ اماموں

کے اور کسی کو نہیں پہنچا! میں نے عرض کی۔ یا بن رسول اللہ! اُن کے نام لے دیجئے؟ فرمایا اوّل اُن کے علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ اور بعد اُن کے حسن و حسین علیہما السلام۔ اُن کے بعد علی بن الحسین علیہ السلام۔ اُن کے بعد محمدؑ بن علیؑ۔ اُن کے بعد میں خود اور میرے بعد میرا بیٹا موسٰے اور موسٰے کے بعد اُن کے بیٹے علیؑ۔ اور علیؑ کے بعد محمدؑ اور محمدؑ کے بعد علیؑ اور علیؑ کے بعد حسنؑ اور حسنؑ کے بعد حجۃ اللہ! خدائے تعالےٰ نے ہم سب کو برگزیدہ کیا۔ ہم کو پاک و پاکیزہ کیا اور ہم کو وہ کچھ عطا فرمایا جو تمام عالموں میں سے کسی کو نہیں دیا۔ یہ سب جوابات سُننے کے بعد میں نے عرض کی یا بن رسول اللہ! کل جو عبداللہ بن مسعود کے صاحبزادے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور حضور سے یہی باتیں دریافت کی تھیں جو میں نے دریافت کی ہیں تو اُن کو حضور نے اور اور جواب دئے تھے؟ فرمایا کہ اے یونس! ہر شخص علوم صحیحہ کی برداشت کی قابلیت نہیں رکھتا اور بات موقعہ اور وقت کو دیکھ کر کی جاتی ہے۔ تم میں ان جوابات کی قابلیت ہے۔ اِس لئے دیئے گئے۔ تم بھی نااہلوں سے اِس کو بیان نہ کرنا۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۲۳۶

(قولِ مترجم) تاریخ طبری۔ تاریخ ابوالفداء۔ حبیب السیر اور روضۃ الصفا وغیرہ معتبر تاریخوں میں یہ واقعہ مندرج ہے کہ جنابِ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی خبر پاتے ہی خلیفۂ ثانی مجنون بن گئے۔ تلوار گھماتے پھرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ محمد مصطفےٰ کا انتقال ہوگیا میں اُس کا سر اُڑا دوں گا۔ حضرت انتقال کر ہی نہیں سکتے۔ اوّل یار کا مکان محلۂ سُنح میں تھا جو مسجدِ نبوی سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب تک اُنہیں خبر ہو اور وہ آئیں یہ یہی سوانگ بنائے رہے۔ جب وہ تشریف لے آئے اور وفات کی نسبت اُنہوں نے اپنا اطمینان کر لیا تو ان کو ایک ڈانٹ بتائی کہ تم نہیں جانتے کہ خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔ اُس جنون کی اصلی غرض ہی یہ تھی کہ وہ آجائیں تو آیندہ کارروائیوں کی بنا پڑے۔ اور اِس عرصہ میں کسی شخص کو حقیقی جانشین کی طرف رُخ کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ جھٹ تلوار بھی میان میں کر لی۔ جنون بھی رفوچکر ہوگیا اور بھرے مجمع میں اقرار کیا کہ گویا یہ آیت میں نے آج تک سنی ہی نہ تھی۔ انصار میں سے جن لوگوں سے پہلے ہی سازو باز ہو چکی تھی۔ اُنہوں نے سقیفۂ بنی ساعدہ میں تحصیلِ خلافت کے لئے دنگل قائم کر لیا تھا۔ یہ چاروں یار (ابوبکرؓ و عمرؓ۔ ابوعبیدہ ابن الجراح اور سالم مولائے حذیفہ) اور لوگوں کو جو اِس وقت تک اِس موقع

پر جمع ہو گئے تھے ہمراہ لے کر چلتے بنے۔ اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن وکفن سے کوئی غرض نہ رکھی۔ مولوی معنوی نے اپنی مثنوی میں اس مضمون کو خوب ادا کیا ہے۔ گو یہ شعر مثنوی کے بہت سے نسخوں سے اب نکال دیا گیا ہے۔ مگر قدیم نسخوں میں موجود ہے۔

ـــہ

چوں صحابہ حُبِّ دنیا داشتند	مصطفٰے را بے کفن بگذاشتند

تمام شد